تیس اور احمدی سنگسار کیے جانیوالے ہیں

حکومتِ کابل ظلم پر ظلم کر رہی ہے

مولانا عبدالحلیم صاحب ساکن چراسیہ اور قاری نور علی صاحب ساکن کابل ۵ ماہ حال کو سنگسار کیے گئے ہیں۔

تیس اور احمدی جیلخانے میں ہیں۔ تفاصیل بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہیں۔ (معتمد خاص پشاور)

الفضل:۔ ہم تمام مہذب دنیا اور تہذیب و رواداری کے حامی اصحاب سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ ان تیس جانوں کو بچانے کے لئے زبردست پروٹسٹ کریں۔

آپ پرانے مخلص اور بڑے فاضل تھے۔ اور حضرت خلیفہ اول کی طرف سے سلسلہ احمدیہ میں ...

انڈین ڈیلی میل بمبئی کی رائے

کابل میں احمدیوں کے سنگسار کیے جانے پر

دنیا میں ایک ہی ملک ہے۔ جس میں اب بھی بائبل کی سزا قتل بذریعہ سنگساری باقی ہے۔ اور وہ افغانستان ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ (مولوی) نعمت اللہ خان صاحب احمدی کو محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے وحشیانہ طور پر سنگسار کر دیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ قریباً تمام مہذب ممالک میں جہاں یہ خبر پہنچی۔ ایک پُر زور صدائے احتجاج بلند ہوئی تھی۔ یہ خبر کہ کابل کے دو اور احمدی جو بیچارے بے ضرر دکاندار تھے۔ اسی طرح سنگسار کرکے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے ہیں۔ امیر افغانستان کی شہرت کو سوائے چند متعصب ہندوستانی ملانوں کے حلقے کے اور کسی قوم میں نہیں بڑھائیگی۔ یہ رپورٹ کی گئی ہے کہ موجودہ سنگساریاں حکومت (کابل) کے کارکنوں کی براہ راست نگرانی کے ماتحت ہوئی ہیں۔ چنانچہ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ۱۵ کانسٹیبل اس موقعہ پر موجود تھے۔ مذہبی اختلاف کی وجہ سے ایسی سزا دبا دینے سے تقریباً تمام ممالک میں منسوخ ہو چکا ہے۔ اور اگر افغانستان اپنے آپ کو مہذب کہلانا چاہتا ہے تو اسے اپنے ضابطہ فوجداری کی جانب کہ اس کا مذہبی جرائم سے تعلق ہے ...

نیروبی سے تار

شہیدان کابل کے بارے میں

ریوٹر نے کابل میں دو احمدیوں کے سنگسار کئے جانے کی خبر بذریعہ تار بھیجی ہے۔ جماعت احمدیہ افریقہ پر اس حادثہ جانگداز کا سخت گہرا اثر پڑا ہے۔ تفاصیل بذریعہ تار مرحمت فرمائی جائیں۔ ہندوستان میں اس کی نسبت عام احساس کیا ہے؟ اور اسے کس نظر سے دیکھتے ہیں۔

(ملک دار فیلڈ)

حکومت کابل کے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج

پریس کے نام تار

مندرجہ ذیل تار جناب ناظر امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے ۱۹ر فروری کو اخبارات کے نام بھیجا گیا۔

کابل کی سنگساریوں کے متعلق جو مزید اطلاع موصول ہوئی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ دو احمدی جو سنگسار کئے گئے ہیں ان کا نام عبد الحلیم اور نور علی تھا۔ یہ دونو کابل کے مضافات کے رہنے والے تھے۔ مقدم الذکر ایک عمر رسیدہ آدمی تھے اور ایک بے ضرر عالم باعمل تھے۔ اور موخر الذکر ایک امن پسند نوجوان تھا۔ جو قرآن شریف کا حافظ تھا۔ اور شہر میں دکان کرتا تھا۔ دونو بیوی بچوں والے تھے۔

رپورٹ سے یہ بھی پتہ لگتا ہے۔ کہ تیس اور احمدی کابل میں زیر حراست ہیں۔ اور عدالت افغانیہ کے بید ردانہ فیصلے کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ بھی اطلاع ہے۔ کہ امیر ان مظالم کی اس لئے اجازت دے رہا ہے۔ تا وہ ملک کی باغی پارٹی اور کابل کے قدیم خیال (قدامت پسند) ملانوں کی ہمدردی حاصل کرے چونکہ معاملہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔ اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام مہذب دنیا کی طرف سے صدائے احتجاج بلند ہو۔ تاکہ اس ظالمانہ کارروائی کا سد باب ہو اور ہم تمام محبان امن و انصاف سے اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ حکومت کابل کی اس ظلم و تعدی کے خلاف آواز اٹھائیں

ناظر امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان

اعلانات نظارت

اعلان صیغہ دعوت و تبلیغ

میں نے الفضل مجریہ ۱۰ر فروری میں اعلان کیا تھا۔ کہ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی و مولوی غلام احمد صاحب بدوملہوی کو اضلاع سیالکوٹ و گوجرانوالہ و گوجرات و لائل پور کا دورہ کرانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن اب میں اس اعلان کو منسوخ کرتا ہوں۔ اور صرف ضلع گوجرات و سیالکوٹ کو ۲۲ر فروری سے ۲۲ر مارچ تک ایک ماہ کے لئے زیر تبلیغ رکھتا ہوں۔ اسکے بعد دوسرے اضلاع میں سے کوئی دو ضلعے منتخب کئے جاوینگے۔ اور کچھ عرصہ تک کے لئے انشاء اللہ اسی طریق پر تبلیغ شروع رہے گی۔

مولوی غلام احمد صاحب ۲۲ر فروری سے ضلع سیالکوٹ میں لگائے جاتے ہیں۔ اور مولوی غلام رسول صاحب ضلع گجرات میں۔ ہر دو اضلاع کی جماعتہائے احمدیہ کے سکرٹری صاحبان کا فرض ہے کہ وہ ان کی ہر طرح سے مدد کریں۔ اور اپنے اخراجات پر اپنے اپنے علاقوں میں تبلیغ کرائیں۔ اور اگر کسی جماعت نے کوئی مخالف جماعت مباحثہ کرنا چاہتی ہو۔ یا کوئی جماعت جلسہ کرنا چاہتی ہو۔ تو اس ایک ماہ میں کرالیں۔ ایک ماہ گذرنے کے بعد دونو اضلاع کی جماعتوں کو پھر وقت نہیں دیا جائیگا۔ اور نہ پھر کسی درخواست پر کوئی مبلغ قادیان سے بھیجا جاویگا۔ خواہ کوئی مباحثہ ہو یا جلسہ۔ جب تک اس طریق سے پنجاب کے کل اضلاع کا دورہ ختم نہ ہو جائے۔ امید کہ سکرٹری صاحبان و دیگر احباب سلسلہ جماعتہائے احمدیہ ضلع گجرات و سیالکوٹ میرے اس اعلان کی طرف توجہ کرینگے۔ اور مبلغین کی ہر طریق سے مدد کرکے انکو سہولت پہنچا وینگے۔

فتح محمد سیال ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

اعادہ اعلان صیغہ دعوۃ و تبلیغ

اخبار الفضل ۲۶ مجریہ ۳۱ر جنوری ۱۹۲۵ء میں اعلان کیا گیا تھا کہ اخبار نور صیغہ دعوت و تبلیغ کی طرف سے ایکسو سکھ صاحبان کے نام ایک سال کے لئے مفت جاری کیا جائیگا اس وقت تک تیس درخواستیں ہمارے پاس پہنچ چکی ہیں۔ جو مینجر صاحب اخبار نور کی خدمت میں اجرائے اخبار کے لئے روانہ کی جا چکی ہیں۔ لیکن ابھی ستر ایسے سکھ صاحبان کے نام و مفصل پتوں کی ضرورت ہے۔ جو مذہبی اخبارات سے دلچسپی رکھتے ہوں اسلئے دوبارہ اعلان کیا جاتا ہے کہ احمدی برادران جلد اس تعداد کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔ لیکن یہ امر یاد رہے کہ ایک ہی گاؤں سے دو نام نہ پیش کئے جاویں۔ ہاں شہروں یا بڑے بڑے قصبوں سے ایک سے زیادہ نام بلحاظ آبادی کے۔

اخبار احمدیہ

اعلانات نکاح

(۱) چوہدری محمد ہاشم صاحب احمدی پسر چوہدری نتھے شاہ صاحب احمدی ساکن چک ۲۵۵ محمود پور راجباہ ٹوابل تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری کا نکاح سکینہ بیگم صاحبہ دختر صوفی نبی بخش صاحب (جو حضرت مسیح موعود کے پرانے اصحاب میں سے ہیں) کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے ۱۲ر فروری ۱۹۲۵ء کو مسجد مبارک میں بعد نماز عصر خطبہ پڑھ کر ایک ہزار روپیہ مہر پر اعلان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جانبین کے لئے مبارک کرے۔ آمین

(۲) ۱۲ر دسمبر ۱۹۲۴ء بروز جمعہ بابو محمد اعظم صاحب احمدی کلرک ترناب [illegible] فارم کا نکاح بعوض مبلغ تین صد روپیہ حق مہر بابو محمد عبد الغنی صاحب احمدی سٹیوارٹ لارڈ اٹمنٹ میرٹھ کی لڑکی حمیدہ بیگم کے ساتھ محمد عبد اللہ احمدی سیکرٹری انجمن احمدیہ چھاؤنی نوشہرہ نے پڑھا

(۳) بابو نیاز الدین صاحب قریشی پوسٹل کلرک کا نکاح منشی عمر الدین صاحب [illegible] ہوشیارپور کی صاحبزادی سے ایک ہزار مہر پر پیر حاجی احمد صاحب امیر جماعت نے ۸ر فروری کو پڑھا۔ خدا مبارک کرے۔

(۴) مورخہ ۱۴ر فروری کو مرزا عبد اللطیف پسر مرزا مہتاب بیگ صاحب انچارج ورز ریحانہ کا نکاح بمعاوضہ پانچ صد روپیہ مہر امۃ السمیع بنت مرزا عبد المجید صاحب ساکن تلونڈی مغلاں سے جناب مولوی سید سرور شاہ صاحب نے پڑھا۔ خدا مبارک کرے۔ آمین

ولادت

اللہ نے مجھے دوسرا فرزند عطا فرمایا ہے۔

(عبد الغنی ملکے کلاں)

جلسہ احمدیہ دہلی کی تاریخیں

امسال جلسہ سالانہ انجمن احمدیہ دہلی شملہ بتاریخ ۲۷ر فروری لغایت ۲ر مارچ ۱۹۲۵ء منعقد ہوگا۔ احمدی احباب میرٹھ۔ پانی پت۔ کرنال۔ انبالہ پٹیالہ۔ سنور۔ سامانہ۔ سہارنپور۔ بریلی۔ شاہجہانپور۔ لکھنؤ۔ علیگڑھ وغیرہ ضرور شریک ہوں۔ مہمانوں کے مقام و رہائش کا بندوبست بابو اعجاز حسین صاحب کے مکان واقعہ کوٹھی نواب لوہارو محلہ بلی ماراں دہلی میں کیا گیا ہے۔ احباب اس پتہ پر تشریف لے آویں۔ پہلی تاریخیں بدل گئی ہیں۔ الداعی محمد حسن آسان احمدی سکرٹری جلسہ سالانہ

درخواستہائے دعا

میرا چھوٹا بھائی محمد نور الدین گولیکی ضلع گوجرات تین ماہ سے سخت بیمار ہے تمام احباب جماعت احمدیہ العزیز کی صحت عاجلہ و شفاء کاملہ کے لئے دعا فرما کر مجھے تشکر یہ کا موقعہ دیں۔ (اکمل قادیان)

(۲) میں انٹرنس کا امتحان دوں گا۔ دعا کامیابی۔ (اقبال احمد)

(۳) منشی جعفر خان صاحب مدرس ر[illegible] عرصہ سے بیمار ہیں۔ دعا کے غلام محمد ہیڈ ماسٹر ہائی سکول (۴) والدہ کی صحت اور میرے بڑے بھائی کی امتحان میں کامیابی کے لئے دعا۔ (بشیر احمد میانی) (۵) حافظ احمد دین صاحب ملازم ڈسٹرکٹ جیل ملتان بعارضہ بخار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

قادیان دارالامان - ۲۱ فروری ۱۹۲۵ء

دو اور بیگناہ احمدی سنگسار کئے گئے

حکومت کابل اسلام کو بدنام کر رہی ہے

یہ نار اکثر اُردو انگریزی روزانہ اخبارات میں چھپ چکا ہے۔ کہ حکومت کابل نے مولوی نعمت اللہ خان صاحب کے بعد دو اور احمدیوں کو سنگسار کرا دیا ہے۔ اس دفعہ مہذب لوگوں کی ملامت سے بچنے کے لئے نیم سرکاری مذہبی جنون کی پناہ لی گئی ہے۔ کچھ بھی ہو۔ شاہ کابل اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ ظالمانہ فعل خود کر رہا ہے یا مذہبی ملانوں کے خوف سے۔ بہر حال وہ عند الناس و عند اللہ جواب دہ ہے۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اپنی بربادی کے سامان اپنے ہاتھوں سے پیدا کئے جا رہے ہیں۔ کیونکہ آج تک کبھی نہیں دیکھا گیا۔ جو کوئی زبردست آزار۔ زبردست سے زبردست حکومت بھی اپنی ایسی انسانیت سوز افعال کے ساتھ زندہ رہی ہو۔ خصوصاً جبکہ وہ اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کر رہی ہو۔ اسلام کا زندہ و قادر و توانا خدا۔ ظالموں کو مہلت دیتا ہے۔ مگر ایک حد تک آخر خود انہی میں سے ایسے انسان پیدا کر دیتا ہے۔ جو ان کی تباہی کا موجب بن جاتے ہیں۔ ان غریب بے کس ہستیوں پر ہاتھ اٹھانا جو ہمہ تن پیکر وفا اور پیرو مسلک تسلیم و رضا ہوں۔ پرلے درجے کی سفاکی اور خدا تعالیٰ کی جناب میں بے باکی ہے۔ کابل میں بھی چند ایک مظلوم ہمارے بھائی ہیں۔ جو مذہباً عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ جس حکومت کے ماتحت ہوں۔ اسکے خلاف بغاوت کرنا جرم ہے۔ اور اسکی اطاعت واجب ہے۔ افسوس ہے کہ شاہ کابل نے اپنے حقیقی خیر خواہوں کو نہ پہچانا۔ اور انہیں محض اتنی سی بات پر کہ وہ خدا کے ایک فرستادہ پر ایمان لائے۔ زمین میں زندہ گاڑ کر اتنے پتھر مارے گئے۔ کہ وہ احمدیت کی صداقت پر شہادت دیتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ زندہ باشید اے مردان صدق و صفا۔ قدسیوں نے آسمان پر تمہیں مرحبا کہا۔ اور ہماری رُوحوں کا ذرہ ذرہ تمہارے ثبات و استقلال پر آفرین کہہ رہا ہے۔ اے شہیدان وفا کابل کی سنگلاخ زمین میں تمہاری یہ لالہ ریزی ضرور رنگ لائیگی۔ ہمارے دل خون ہو رہے ہیں۔ اور ہمارے جگر ٹکڑے ٹکڑے۔ شدت صدمہ سے ہمارے دماغ مختل اور حواس معطل ہیں۔ اور غم و غصہ سے آپے سے باہر ہو جانا بہت ممکن ہے مگر ہم اپنے امام کے حکم کے مطابق صبر و سکون سے کام لیتے ہیں۔ اور شرق و غرب کے رہنے والوں کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ احمدی جماعت کا بچہ بچہ اس امتحان میں ثابت قدم نکلیگا۔ اور بڑے شوق و اخلاص سے اس شاہراہ صداقت پر چلنے کو تیار ہیں۔ جس پر اصحاب صدق و صفا گامزن ہو کر چلے آئے۔ اور گو حکومت کابل اپنے ایمان و اخلاق کو ہمارے بارے میں جواب دے چکی ہے۔ لیکن ہم خدا کے فضل سے اپنے ایمان و اخلاق پر عزم و ثبات کے ساتھ قائم رہینگے۔ اور کوئی فعل خلاف شریعت اسلامیہ نہ کرینگے۔ اگرچہ اس کے کرنے پر ہم قادر ہوں۔ خدا ہمیں توفیق بخشے۔ رنج ہے تو اس بات کا کہ حکومت کابل کی ان حرکات سے اسلام بدنام ہو رہا ہے۔ غیر قوموں میں نفرت بڑھ رہی ہے۔ وہ اسلام کو ایک وحشیانہ اور حریت کش سمجھیں گی۔ اور اس طرح پر ان کے قلوب اسلام کی قبولیت کے لئے تیار نہ ہونگے۔ اور اس طرح پر اسلام کو اپنے کہلانے والوں سے وہ صدمہ پہنچیگا جو غیروں سے آج تک نہیں پہنچا۔ خدا ان کو سمجھ دے۔

پہلے جب حکومت کابل نے یہ خلاف اسلام وحشیانہ فعل کیا۔ تو اس کے ہوا خواہوں نے عجیب عجیب حیلے بجواز خون کے بنائے زیادہ تر یہ کہا گیا۔ کہ سیاسی جرم ہوگا۔ حالانکہ کابل کے سرکاری اخبار حقیقت میں صاف چھپا۔ کہ مذہبی اختلافات کی وجہ سے سنگسار کیا گیا۔ لیکن اس دفعہ پہلے سے بھی زیادہ نمایاں طور پر یہ امر واقعہ ثابت ہے۔ کہ ان غریبوں۔ بیکسوں کا بجز اس کے کوئی جرم نہیں۔ کہ وہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ملاتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کسی اسرائیلی نبی کا ممنون احسان نہیں بنانا چاہتے۔ اس ظلم کو دیکھ کر اپنے تو اپنے بیگانے بھی بول اُٹھے۔ چنانچہ معزز ہندو ہمعصر پرتاب لکھتا ہے:-

”ہمیں یہ خبر سنکر دُکھ ہوا ہے۔ کہ کابل کی سرکار نے دو اور احمدیوں کو سنگسار کئے جانے کا حکم دیا ہے۔ یہ احمدی دکاندار تھے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور پندرہ کانسٹبلوں کی موجودگی میں انہیں پتھروں سے ہلاک کیا گیا۔ غنیمت ہے کہ اس سے سرحد کے مسلمانوں میں کچھ بیچینی پیدا ہو گئی ہے۔ کاش کہ مذہب کے نام پر اس قدر ظالمانہ فعل نہ کئے جاتے۔ ہمیں تو حیرت یہ ہے۔ کہ ہندوستان کے کئی مسلم اخبارات نے نعمت اللہ کی سنگساری کو جائز ٹھہرایا تھا۔ نا معلوم اب وہ کیا کہیں گے۔“

اور ہندوستان کا موقر انگریزی اخبار پانیر لکھتا ہے:-

”کابل سے یہ افسوسناک خبر موصول ہوئی ہے۔ کہ دو معمولی افغانی دوکاندار جو مبینہ قادیانی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان پر قادیانی مذہب کی اشاعت کا مقدمہ چلا کر سزا سے موت کا فتویٰ دیدیا گیا اس وحشیانہ فتویٰ کی تعمیل افغان سپرنٹنڈنٹ پولیس اور پولیس کے سپاہیوں کی ایک جماعت کے روبرو کی گئی۔ غریب بھائیوں کو بُری طرح سے سنگسار کیا گیا۔ قادیانیوں کا یہ دوسرا قتل کسی صورت میں بھی سیاسی سرگرمیوں سے تعلق رکھنے کا الزام لگا کر منصفانہ نہیں کہا جا سکتا۔ ان ہر دو اشخاص کا سیاسیات سے کوئی بھی تعلق نہ تھا۔“

اخبارات پر سرسری نظر

چہ دلاور است دزدے
کہ بکف چراغ دارد

ایک دوست نے ہمیں جناب حسن نظامی صاحب کا رسالہ درویش ۱۵ اپریل ۱۹۲۴ء بھیجا ہے۔ اس کے صہ ۳۲ پر ارشادات قدسی کے عنوان سے ایک نظم چھپی ہے۔ بھیجنے والے صاحب امام الدین رام نگری کوئی صاحب ہیں۔ نظم سے پہلے یہ تمہیدی الفاظ ہیں:-

”مرشدی و مولائی۔ ماہر شریعت واقف طریقت حامی دین متین۔ مولانا مولوی حاجی حافظ قاری پیرزادہ حضرت سید غلام محی الدین صاحب پشاوری ادام اللہ فیوضہم نے اسلام کی موجودہ حالت پر ایک دردناک اور عبرت خیز نظم تصنیف فرما کر کمترین کے پاس ارسال فرمائی ہے حضرت ممدوح اسلام کا خاص درد اپنے قلب شریف کے اندر رکھتے ہیں۔ اور یہ نظم اسی درد دل کا عکس ہے۔“

اس کے بعد عجب دیدہ دلیری سے تمام نظم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نقل کی ہے ؎

مے سزد گر خون ببارد دیدۂ ہر اہل دین

بر پریشان حالی اسلام تحط المسلمین

ہمارے ایک دوست یہ کارروائی دیکھ کر بے ساختہ بول اُٹھے - بہ دل اور است دزدے کہ بکف چراغ دارد - ہم نے کہا کہ آجکل تو چور اور ڈاکو بجلی کا لمپ ساتھ رکھتے ہیں سو یہ کارروائی خلافت دابِ سارقین نہیں ہے - اگر مولوی ظفر علی کے رسالہ میں ایسا نہ ہو - تو پھر اور کونسا مقام اس کے لئے موزون ہو سکتا ہے ؟

تیرھویں صدی کے مولانا کیا فرماتے ہیں

"الی الآن اہل اجتہاد و علمائے ربانیین کے افعال و اقوال کا اعتبار ہوگا - نہ تفلسف نہ سیاسیہ پہلو پر نظر کرکے ترمیم ہو سکتی ہے - پھر جملہ تو اس پر کافی ہے - خطبہ جمعہ عبادت ہے نہ کہ صرف وعظ - لہذا خطبہ کی نوعیت سوائے زبان عربی قطعی دوسری زبان میں ناجائز اور بدعت ضلالہ ہے - کیونکہ عبادت میں خلط رغائبۃ العجم ممنوع ہے "

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ خطبہ جمعہ عربی میں ہو - شارع کا یہ مقصود نہیں - کہ لوگ کچھ سمجھیں - اچھی کہی - اگر لوگ کچھ سمجھیں - تو ایسے مولاناؤں کی پیٹ پوجا کون کرے -

مسلم یونیورسٹی میں اسلام کا خانہ خالی

فرمانروائے بھوپال نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا :-

" اور خامیاں تو خیر امید ہے - کہ انشاء اللہ رفتہ رفتہ دور ہی جائینگی - لیکن جو کمی مجھے سب سے زیادہ معلوم ہوتی ہے وہ شعبۂ علوم اسلامیہ (اسلامک اسٹڈیز) کی ہے - کیونکہ اسکی حالت تو یہ ہے کہ شعبہ شروع سے قائم اور موجود ہے لیکن اسکے سوا اور کچھ نہیں - یہی وہ شعبہ ہے - جس کے تذکرے کے ہر ایک خانہ میں اول سے آخر تک صفر ہے - کیا یہ کیفیت سبق آموز نہیں ہے - کہا جاتا ہے - کہ اب اس کا نصاب مرتب ہو گیا ہے - مگر اس کے بعد بھی اللہ کا نام ہے - مسلم دار العلوم میں اسلامی علوم کی طرف سے لاپرواہی قابل افسوس ہے - اس سے تو یہ بدرجہا بہتر ہوتا - کہ اس کا نام ہی نہ ہوتا - تاکہ یہ انگشت نمائی تو نہ ہوتی "

ہندوؤں کے ارادے

میرا اندیشہ یہ ہے کہ شدھی پر تت

پر ہو جاؤ - اور اچھوتا کو تیاگ دو - اپنے گوروؤں کی جنم شتابدی منانے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ وہ بڑی کمیٹیاں بنائی جائیں - اور انہیں جتنے ہر ایک [illegible] گو دستہ کر دو بالا دونوں کام [illegible] ہیں - ایک ایک کو لے لیں - اور آپ اپنے مشن کو منظم اور ناقابل مقابلہ طاقت سے کامیاب بنانے پر کمربستہ ہوں - ہر ایک ہندو دیوک کا خاص کر پنجاب والے شیوں کا خواہ وہ آریہ سماجی ہوں - سناتن دھرمی یا سکھ - کرتویہ ہے کہ وہ یہ پرن کریں - کہ جہاں تک ممکن ہو گا - وہ فقط ہندی یا گورمکھی بھاشا میں ہی لکھا پڑھی کیا کرینگے -

اے آریہ سماج - تو اب وہ قلم توڑ دے - جو اردو لکھتا

افراط و تفریط

جمہوریہ آئرلینڈ نے اپنے صدر کے ایماء پر یہ قانون پاس کیا ہے - کہ جو میاں بیوی طلاق لیں - وہ دوبارہ شادی نہ کر سکیں گے - جیسے طلاق کی اجازت مطلق نہ ہونا ناقابل عمل تھا - اسی طرح اب یہ حکم خلاف عدل ہے - صحیح طریق وہی ہے جو اسلام کا رہبر ہے یورپی قومیں کب سمجھینگی کہ حقیقی عدل اسلام ہی کے احکام میں ہے

داستان پاستان

البشیر لکھتا ہے :- " مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس بھی گویا کانگریس کا دوسرا پلیٹ فارم تھا - جو کچھ کانگریس کہا جاتا - مسلم لیگ کا صرف یہ کام تھا - کہ اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی جاتی تھی - خلافت کمیٹی اگرچہ نام کو مسلمانوں کی تھی - لیکن یہ واقعہ ہے - کہ اس میں ہندو مسلمان دونوں شریک تھے - کیونکہ خلافت کمیٹی گویا ایک جال مسلمانوں کے پھانسنے کے لئے تھا - ورنہ یہ واقعہ ہے - کہ خلافت کمیٹی اور کانگریس میں کچھ بھی فرق امتیازی نہ تھا - جمعیت العلماء قائم ہوئی - اس کا دائرہ عمل جو کچھ تھا - وہ کانگریس یا خلافت کمیٹی کی پاس کردہ تجاویز کو مذہبی جامہ پہنا کر مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا اور ہندوستانی سیاسیات کو مذہبی رنگ دینا تھا - غرضیکہ نتیجہ یہ ہوا - کہ مسلمانوں کی قوم کی کوئی آواز نہ رہی - اور گورنمنٹ اور تمام دنیا کے لوگوں کو یقین ہو گیا - کہ مسلمانوں کی قوم کی نہ کوئی مخصوص قومی ضروریات ہیں اور نہ ان کے اپنے قومی مطالبات بلکہ جو کچھ مہاتما گاندھی یا ان کے مقلدین کے دماغ سے نکلتا ہے - وہی کانگریس میں پاس ہوتا ہے - اور جو کچھ کانگریس میں ہوتا ہے - وہی خلافت کمیٹی اور جمعیۃ العلماء میں - گویا جمعیت العلماء اور خلافت کمیٹی [illegible] یہاں کے ہندو لیڈر یہ کہ گر اصول قومی میں مہاتما گاندھی اور ان کے [illegible] کانگریس میں ڈکٹیٹر کی حیثیت رکھتے ہیں - اور یہ [illegible] خلافت کمیٹی اور جمعیت العلماء میں لا کر لوگوں کو سنانے بیٹھتے ہیں - غرضیکہ اس طرح مسلمانوں کا تمام قومی نظام درہم برہم ہو گیا "

اودھو ریچ کا مشورہ

اودھو ریچ نیفی اوقات مزے کی بات کہہ جاتا ہے - لکھتا ہے :-

" یہ وہ چیز ہے - کہ جب سے پیدا ہوئی شریف مرد سے آدمیوں کا ناک میں دم ہو گیا - لڑائی جھگڑا ہی ہر گا کہ بیچ بچاؤ لگی - کوئی سوراج مانگتا ہے - کوئی اپنے حق حقوق مانگتا ہے - جو انہیں مستی ہو جائے - تو بھائی سے تشدد یا سختی ہو - اور ہم تو بھی اپنے گاندھی کو یہی صلاح دیتے ہیں - کہ اگر تشدد سے بچنا چاہتے ہو - تو چرخے کے ساتھ تھوڑی افیم بھی شروع کر دو - نشے کی دھن میں دن بھر اونگھیں گی اور چرخا کاتیں گے - جو تھوڑے دنوں میں سارا ہندوستان سوتی نہ ہو جائے تو ہمارا ذمہ - ایک آدمی داستان کہہ رہا ہے - دس آدمی چرخا کات رہے ہیں - نہ صبح معلوم ہوتی ہے نہ شام - دھڑا دھڑ سوراج کی ککڑیاں لپیٹ رہی ہیں "

لالہ لاجپت رائے کی نسبت مشہور و معروف انگریز مصنف کی رائے

مسٹر ولفرڈ اسکاون بلینٹ لکھتے ہیں :-

" لاجپت رائے انگریزی میں بے حد کمزور ہے - زبان پر قابو نہیں - خیالات بھی الجھے ہوئے اور پریشان ہیں - پست حوصلہ بھی ہیں اور طرز ادا میں کج بحثی پائی جاتی ہے - لاجپت نے پیشتر چلتے ایک چھوٹی سی کتاب مجھے دی - اس میں انہوں نے اپنی گرفتاری اور جلا وطنی کو سادہ لوحی اور بعض مقامات پر طفلانہ جھجھک سے تحریر کیا تھا - میری دعا ہے - کہ یہاں کے اینگلو انڈین اس کتاب کو نہ دیکھیں - ورنہ بہت مذاق اڑائیں گے - ایسی کتاب کے مصنف کو قومی ہیرو ماننا ہتک سے کم نہیں ہے - مجھے امید نہیں کہ انگلستان میں ان کے وفد کو کامیابی ہوگی "

ایک سے زیادہ بیویوں کا جواز

ولایت میں مردوں کے مقابلہ میں عورتیں کثیر تعداد میں ہیں [illegible]

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کم از کم ایک لاکھ آدمی سالانہ سلسلہ میں داخل ہونا چاہیئے

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ

مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۲۵ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

کسی چیز کی قدر و قیمت اس کی نفع رسانی کے لحاظ سے ہوتی ہے

صداقت اپنی ذات میں گو کسی تصدیق کی محتاج نہیں لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ کہ قیمت اور قدر اسی نسبت کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ جس نسبت سے کہ وہ لوگوں کو نفع پہنچا سکتی ہے۔ ہر ایک چیز کی قیمت وہی ہوتی ہے۔ جو اس سے دنیا کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اور سکتا ہے اور سکتا میں فرق ہے۔ "سکتا" دو طرح پر ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ چیز خود اپنی ذات کے لحاظ سے کتنا نفع پہنچا سکتی ہے۔ اور ایک یہ کہ واقعہ میں کتنا نفع پہنچاتی ہے۔ اگر ایک چیز فائدہ دینے والی ہے اور وہ نفع پہنچا سکتی ہے۔ لیکن عملاً وہ نفع نہ دے۔ تو کم سے کم اس زمانہ کے لئے جس میں وہ دنیا کو نفع نہیں پہنچا رہی۔ ایک بے حقیقت چیز ہے۔ اس کی اصل قیمت اسی وقت سے شروع ہوگی۔ کہ جب وہ دنیا کو فائدہ پہنچانا شروع کردے۔

مذاہب کی قدر و قیمت بھی میرے نزدیک اسی لحاظ سے ہے۔ بے شک اس میں کوئی شک اور شبہ نہیں۔ کہ مذہب میں وہ طاقتیں ہیں۔ کہ جس سے دنیا کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے اور یہی بات ہے۔ کہ جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور افضل ہے۔ لیکن محض اس نسبت کے لحاظ سے کہ اس میں ایسی طاقتیں موجود ہیں۔ اس کی اصل قدر و قیمت ظاہر نہیں ہوتی۔ اس کی اصل قیمت اور قدر جب ہوگی۔ کہ وہ عملی طور پر لوگوں کو نفع پہنچائے۔ سونے کی قیمت اس وقت سے پڑنی شروع ہوتی ہے۔ جب وہ کان سے باہر آجاتا ہے۔ اور لوگ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ لیکن جب تک وہ کان کے اندر مخفی ہوتا ہے۔ اس کی کوئی قیمت اور قدر نہیں ہوتی۔ سمندر کی تہ میں لاکھوں موتی موجود ہیں۔ مگر ان کی کیا قیمت ہو سکتی ہے۔ ان کی قیمت اسی وقت ہوتی ہے۔ کہ جب وہ لوگوں کے ہاتھوں میں آتے ہیں۔ اور وہ ان کا استعمال شروع کر دیتے ہیں۔

مذہب کی قدر و قیمت

اسی طرح مذہب کی اصلی قیمت بھی اسی وقت سے شروع ہوتی ہے کہ جب وہ دنیا کو فائدہ پہنچائے۔ تب ہی کسی مذہب اور [illegible] پر تب ہی فخر کیا جاسکتا ہے۔ اور اس کے ماننے والے تب ہی اس پر ناز کر سکتے ہیں۔ کہ وہ دنیا میں اس کو پھیلا کر لوگوں کو اس کا حلقہ بگوش بنا دیں۔

ہماری جماعت اور احمدیت کی اشاعت

مجھے افسوس سے اس امر کا اظہار کرنا پڑتا ہے۔ کہ ہماری جماعت کہ جس کا قیام اس اشاعت کے زمانہ میں ہوا ہے۔ وہ اس اشاعت کے کام میں بہت پیچھے ہے۔ جو تعداد اس وقت کام کرنے والوں کی ہے۔ اور جو تعداد اس وقت سلسلہ میں داخل ہونے والوں کی ہے۔ ان کی تعداد اور اپنے کام کو مدنظر رکھتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ جو کچھ ہم نے کیا وہ بالکل حقیر ہے۔ یہ بات جو میں کہتا ہوں تو اپنی محنت کے لحاظ سے ورنہ خدا کے فضلوں پر نظر کرتے ہوئے تو ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ اس کا فضل اور انعام ہی انعام ہے۔ مگر ہمیں جو کوشش اور محنت سے کام لینا چاہیئے تھا۔ اور جو اس کے نتائج پیدا ہونے چاہیئے تھے۔ نہ ہم نے وہ کوشش کی اور نہ وہ نتائج پیدا ہوئے۔

اگر دیکھا جائے۔ تو جو لوگ کہ سلسلہ میں داخل ہوئے۔ ہیں۔ وہ بھی اکثر ایسے لوگ ہیں۔ جو ہماری کوشش سے سلسلہ میں داخل نہیں ہوئے۔ بہت ہیں جو خوابوں کے ذریعے داخل ہوئے۔ اور بہت ہیں۔ جو پہلے بزرگوں کی حضرت مسیح موعود کے متعلق باتیں سن کر ایمان لائے۔ اور سلسلہ میں داخل ہوئے اور بہت ہیں جنہوں نے حضرت صاحب کے نشانات دیکھے اور بہت ایسے ہیں کہ جنہوں نے حضرت صاحب کی تائید میں نشان دیکھے اور وہ سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اگر اس موجودہ رفتار سے لوگ سلسلہ میں داخل ہوتے رہے۔ تو کہیں دس ہزار سال میں جاکر ہم دنیا کو اپنے سلسلہ میں داخل کر سکتے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ اس سلسلہ کو اتنی لمبی زندگی بھی میسر آئے گی

الٰہی سلسلوں کی عمریں

نبیوں کے سلسلوں کو ہم دیکھتے ہیں۔ تو آدم کا سلسلہ نوسو سال تک اور حضرت نوح کا سلسلہ ساڑھے نوسو سال تک اور حضرت موسےٰ کا انیس سو سال تک چلا پھر ختم ہو گیا۔ غرض جتنے سلسلے بھی شروع ہوئے۔ دو ہزار سال سے بڑھ کر کسی نے زندگی نہیں پائی۔ اور اگر ہم یہ دیکھیں۔ کہ جو نبی سلسلہ کی آخری اینٹ کے طور پر آتا ہے۔ ان کی ابتداء بالعموم کمزور ہوتی ہے۔ تو ہماری گھبراہٹ اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت نوح سے حضرت ابراہیم تک اگر نوسو سال بیتے ہیں۔ تو حضرت ابراہیم سے حضرت موسےٰ تک دو سو سے [illegible] سو سال تک [illegible] اسی طرح حضرت موسےٰ [illegible] سو سال [illegible] حضرت مسیح [illegible] حضرت مسیح کا چھ سو سال کے قریب بنتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح [illegible] سو سال بعد حضرت مسیح موعود مبعوث ہوئے۔

قرون ثلٰثہ اور [illegible]

اگر یہی طریق اور سنت خدا تعالیٰ کی [illegible] کے بعد بھی رہی۔ تو ہماری جماعت کی عملی زندگی چھ سو سال سے زیادہ نہیں معلوم دیتی۔ مگر جس رفتار سے ہم کام کر رہے ہیں۔ اور جس رفتار سے ہم لوگوں کو سلسلہ میں داخل کر رہے ہیں۔ اس لحاظ سے تو ہم دس ہزار سال میں جاکر اپنے کام کو پورا کر سکتے ہیں۔ حالانکہ گذشتہ تجربہ کے لحاظ سے ہمارا زمانہ چھ سو یا سات سو سال یا زیادہ سے زیادہ ہزار سال سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ اس کے بعد قیامت ہے۔ [illegible] کہ وہ قیامت کن معنوں میں ہے۔ مگر بہرحال اس کے بعد قیامت کا زمانہ ہے۔ پس زیادہ سے زیادہ ہمیں ہزار سال کا زمانہ مل سکتا ہے۔ جس میں ہمیں تمام دنیا کو مسلمان اور احمدی بنانا ہے۔ اور نہ صرف احمدی بنانا ہے۔ بلکہ اسلام سے ان کو واقف کرنا اور ان کی تربیت بھی کرنی ہے۔ میرے نزدیک ہماری جماعت میں جو آج تک تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ ان سب کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ نہیں۔ جس سے ہم اپنی اصل طاقت کو بھی اتنے عرصہ میں قائم نہیں رکھ سکتے۔ بلکہ اپنی زندگی کو بھی قائم نہیں رکھ سکتے۔ بلکہ اس کام کے لحاظ سے اور اس تعداد کے لحاظ سے جو ہم نئے سلسلہ میں داخل کر رہے ہیں۔ مشکل ہے۔ کہ ہم اپنی زندگی کے آثار کو بھی اتنے عرصہ میں قائم رکھ سکیں۔ کیونکہ سلسلہ کی اصلی طاقت کا زمانہ بہت کم ہوتا ہے۔ مثلاً رسول کریم صلعم نے بھی تین سو سال کے بعد کے زمانہ کو فیج اعوج کا زمانہ قرار دیا ہے اسی طرح حضرت مسیح کے سلسلہ کی زندگی کا زمانہ بھی تین سو برس ہی تھا۔ بلکہ اگر سلسلہ کی روحانی زندگی پر نظر ڈالی جائے۔ تو وہ زمانہ اس سے بھی بہت کم ہے۔ اس کے لئے سو یا سوا سو کا ہی زمانہ رہ جاتا ہے۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ظاہری طور پر اور روحانی طور پر عملی رنگ میں یہ کام جس کے پیچھے ہم پڑے ہوئے ہیں۔ ایک ناممکن کام نظر آتا ہے۔ مگر یہ ناممکن نہیں ممکن ہے خدا کے وعدے سچے ہیں۔ اور وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے مگر ہماری سستی اور غفلت اور ہماری کوتاہی اس کام کو پیچھے ڈال رہی ہے۔

جماعت کا تبلیغی کام

میں نے بارہا جماعت کو اور جماعت

کے افسروں اور کارکنوں کو توجہ دلائی ہے۔ کہ وہ اپنے فرض کو اور کام کی نزاکت کو سمجھیں۔ مگر مجھے افسوس ہے۔ کہ باوجود میرے بار بار توجہ دلانے کے بھی بہت کم ہیں۔ جنہوں نے اس طرف توجہ کی۔ اور مجھے افسوس ہے۔ کہ جو متوجہ ہوئے ہیں۔ انہوں نے بھی جو توجہ کا حق ہے۔ ویسی توجہ نہیں کی اور ان میں سے بھی بہت کم ہیں۔ جنہوں نے اس بات کو سمجھا ہو کہ اپنی طاقتوں کو اس راہ میں کس طرح خرچ کرنا چاہیئے۔ میرے نزدیک اس لحاظ سے سو سوا سو سے زیادہ آدمی نہیں جو حقیقی طور پر تبلیغ کا کام سرانجام دیتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ سلسلہ میں داخل ہونے والوں کی رفتار اس قدر سست ہے حالانکہ جماعت خدا کے فضل سے لاکھوں کی تعداد میں ہے۔

اگر تم کوشش کرو تو کیوں کامیاب نہ ہو

یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ ایک احمدی سال بھر برابر کوشش کرتا ہے اور وہ سال بھر میں ایک بھی احمدی نہ بنا سکے۔ حالانکہ جو چیز اپنے اندر طاقت اور جذب رکھتی ہے ناممکن ہے۔ کہ وہ دوسری طاقت کو اپنی طرف نہ کھینچے۔ یہ ناممکن ہے۔ کہ کسی جگہ عطر چھڑکا جائے۔ اور اس کو اس کی خوشبو نہ آئے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ آگ ہو اور گرمی نہ ہو۔ یا برف ہو اور ٹھنڈک نہ ہو۔ پس اگر ایک احمدی جس کو ایمان اور عرفان حاصل ہے۔ تو پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کوشش بھی کرے اور پھر دوسرے کے دل میں ایمان اور عرفان پیدا نہ ہو۔ اگر باوجود کوشش کے ہم دوسرے کے اندر ایمان اور عرفان پیدا نہیں کر سکتے۔ تو پھر یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ خود ہمارے اندر ہی ایمان و عرفان کی کمی ہے۔ یا دنیا میں ہو کر ہم دنیا کے لوگوں سے علیحدہ رہتے ہیں ورنہ ہماری کوشش اور محنت کا ضرور اثر ہوتا۔ اگر ہم دنیا میں رہ کر دنیا کو نفع نہیں پہنچا سکتے۔ اور اگر ہماری تربیت سے دنیا کو کوئی نفع نہیں پہنچتا تو ہمارا اپنی ذات میں مجیر اور نفع مند ہونا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر ہمارے اندر ایمان اور عرفان ہے۔ تو ضرور ہماری کوشش اور توجہ دوسروں کو کھینچنے والی ہوگی۔ اگر ہمارے اندر ایمان و عرفان کی گرمی ہوگی۔ تو وہ ضرور دوسروں کے اندر بھی گرمی پیدا کرے گی میں پھر احباب کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں ان کو چاہیئے کہ وہ اپنے فرض کو اور وقت کی نزاکت کو سمجھیں۔

قائم کردہ نظام کی قدر کرو

مجھے افسوس ہے۔ کہ کچھ کام جو جماعت کے افسروں اور کارکنوں کے سپرد ہیں۔ جماعت کے لوگ ان کے پورا کرنے میں بہت کم حصہ لیتے ہیں۔ اگر قادیان کے لوگ ان کا ہاتھ بٹانے میں اپنا عملی نمونہ دکھائیں۔ تو جماعت کے امیروں اور سیکرٹریوں اور کارکنوں کے کام میں دقت پیش نہ آئے بعض وقت ایک ناظر کام کرنا چاہتے ہیں۔ لوگوں کو جلسے کے لئے بلاتے ہیں تا مفید تجاویز پیش ہوں۔ اور ان پر عملدرآمد کیا جائے۔ لیکن جلسہ میں بہت کم شریک ہوتے ہیں۔ پچھلے دنوں ہی میرے کہنے پر ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ نے جلسہ کیا تا تبلیغ کے لئے مناسب انتظام کیا جائے۔ لیکن قادیان کے چوبیس سو احمدیوں میں سے صرف بیس پچیس آدمی ان کے جلسہ میں شریک ہوئے۔ جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ انہوں نے اپنے عمل سے ان کو یہ جواب دیا ہے۔ کہ تبلیغ کرنا ہمارا کام نہیں۔ یہ تمہارا کام ہے۔ تم ہی کرو۔ پھر میں بعض دفعہ حیران ہوتا ہوں۔ کہ جب لوگ قرآن پڑھتے ہیں۔ اور اس میں گزشتہ لوگوں کے حالات اور واقعات کو پڑھتے ہیں۔ اور وہ واقعات سب ان پر چسپاں ہوتے ہیں۔ تو بجائے وہ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے گزشتہ قوموں کو کوستے رہتے ہیں۔ کہ انہوں نے ایسا کیا حالانکہ جو کچھ انہوں نے کیا یہ خود بھی وہی کچھ کر رہے ہوتے ہیں۔ گو یہ منہ سے تو موسےٰ کے ساتھیوں والا کلمہ نہیں کہتے۔ مگر عملاً یہ بھی ان کی طرح اذہب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون کہتے ہیں۔ مجھے تعجب آتا ہے۔ اور میں حیران ہوتا ہوں۔ کہ بہت ہیں۔ جو قرآن پڑھتے وقت گزشتہ قوموں کی حرکات پر افسوس کرتے ہیں۔ اور ان کو بے وقوف بناتے اور ان کے برے برے نام دھرتے ہیں۔ اور بہت ہیں۔ کہ ایسی آیات کو پڑھتے وقت ان کے بدن پر قشعریرہ ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ان میں نوے فی صدی ایسے ہوتے ہیں۔ جن کی اپنی حالت ان سے کم نہیں ہوتی۔ جب وہ خود اللہ تعالےٰ کے دین اور اس کی اشاعت میں عملی حصہ نہیں لیتے۔ تو ان کا کیا حق ہے۔ کہ وہ موسےٰ کے ساتھیوں پر تعجب اور حیرانی کا اظہار کرتے ہیں گو تم منہ سے اقرار ہی کرو۔ مگر عملاً تم نے وہی کچھ کہا۔ جو کہ موسےٰ کے ساتھیوں نے کہا۔ میرے نزدیک جہاں لوگوں کا قصور ہے۔ وہاں افسروں کا بھی ہے۔ آج ناظر دعوۃ و تبلیغ نے مجھے کہا۔ کہ کیا کریں۔ لوگوں کو ہم کہتے ہیں۔ لیکن وہ ہماری کوئی نہیں سنتے۔ آپ اگر کہیں۔ تو سنیں گے۔ ورنہ ہماری بات کی تو کوئی پرواہ نہیں کی جاتی۔ میں نے ان کو بھی اور دیگر افسروں اور نائبوں کو بھی بار بار یہ بات کہی۔ اور اس کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ ہر ایک بات منوانے سے ہی لوگ مانتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لوگ ان کی بات کو نہ سنتے تھے۔ اور نہ مانتے تھے۔ مگر کیا انہوں نے یہ کہا۔ کہ لوگ میری بات نہیں مانتے۔ میرے آقا آنحضرت صلعم ہی خود آویں۔ تو تب یہ مانیں گے۔ بلکہ انہوں نے یہ سمجھا۔ کہ ہمارا کام ہے منوانا۔ آپ کے بعد حضرت خلیفہ اول خلیفہ ہوئے۔ جونہی کہ لوگوں نے ہوش سنبھالا جھٹ کھڑے ہو گئے۔ کہ ہم کیوں ایک شخص کی اطاعت کریں۔ اس وقت مولوی صاحب نے یہ نہیں کیا۔ کہ جو کام خلافت کی وجہ سے ان پر عائد ہوا تھا۔ اس کو ترک کر دیا ہو۔ اور حضرت مسیح موعود کی روح کو مخاطب کر کے یہ کہنے لگ گئے ہوں۔ کہ میں کیا کروں۔ لوگ انکار کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اس کام میں لگ گئے۔ یہاں تک۔ کہ اکثر حصہ انہیں میں سے ننانوے فی صدی مان گئے۔ وہی لوگ جو خلیفہ کی کوئی ہستی نہ سمجھتے تھے۔ ان کو خلیفہ ماننے لگ گئے۔ یہاں تک کہ جب میری خلافت کا زمانہ آیا تو کس قدر مخالفت ہوئی اندر بھی میرے خلاف کوشش کی گئی تو کیا میں نے اس وقت حضرت مولوی صاحب کو دین کے لئے بلایا تھا۔ بلکہ میں جانتا تھا۔ کہ جب یہ کام میرے سپرد ہوا ہے۔ تو مجھے ہی اسے کرنا ہے۔ اور لوگوں سے منوانا ہے۔ اس لئے افسروں کو چاہیئے۔ کہ وہ لوگوں سے منوائیں۔ ان پر کام کی اہمیت ظاہر کریں اور بتلائیں۔ کہ اگر تم اس میں شریک نہیں ہو گے۔ تو تباہ ہو جاؤ گے کیونکہ یہ روح نہایت خطرناک ہے۔ آج انہوں نے ناظروں کی بات کی پرواہ نہیں کی۔ کل کو وہ امیروں اور سیکرٹریوں کی بات کو بھی نہیں مانیں گے۔ کہ خلیفہ خود کہے۔ تو ہم مانیں گے۔ اس لئے افسروں کو چاہیئے۔ کہ وہ بار بار اس امر کی تبلیغ کریں کیا غیر احمدیوں میں تبلیغ کرنے سے وہ اس لئے رک جاتے ہیں کہ غیر احمدی سنتے نہیں اور مانتے نہیں۔ بلکہ ان کے محلوں اور ان کے گھروں میں جا جا کر تبلیغ کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی افسروں کا فرض ہے۔ کہ وہ لوگوں کے گھروں اور محلوں میں جا جا کر ان کو کام کی اہمیت بتلائیں۔ تا کہ وہ نظام کے ماتحت کام کرنے کے عادی ہو جائیں۔ اگر افسر ایسا نہیں کرتے اور اس طرح لوگوں کو توجہ نہیں دلاتے تو وہ اپنی ذمہ واری کو ادا نہیں کرتے وہ صحیح طور پر اپنی ذمہ واری سے اس طرح سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ کہ لوگ ان کی نہیں مانتے۔ خلیفہ کی بات مانتے ہیں۔ اس لئے میں ان کو فلاں بات کہہ دوں۔ اس طرح تو حضرت مسیح موعود پھر یہ کہہ دیتے۔ کہ لوگ میری بات نہیں مانتے۔ آنحضرت خود تشریف لائیں۔ تو لوگ مانیں گے۔ اور آنحضرت فرما دیتے۔ کہ میری بات تو لوگ نہیں مانتے۔ وہ خدا تعالےٰ سے عرض کرتے کہ آپ خود اگر ان کو سمجھائیں یا اپنا کوئی جلال ان پر ظاہر کریں جس کو کسی کام پر مامور کیا جاتا ہے۔ اور جس کو افسر مقرر کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ امید کی جاتی ہے۔ کہ وہ اس کام کو ہر طرح کوشش کر کے پورا کرے گا۔ گورنمنٹ جب کسی کو فوج کا افسر مقرر کرتی ہے۔ تو اس سے یہ امید کرتی ہے۔ کہ وہ اپنا آپ منوائیگا۔ اور فوج سے گورنمنٹ کے منشاء کے مطابق

کام لے گا۔ اگر کوئی فوج یہ کہدے۔ کہ راستہ صاف اور ہموار نہیں۔ یا نہیں تو باڈی گارڈ کی ضرورت ہے۔ اس فوج نے گورنمنٹ کا کیا کام کرنا ہے۔ جب گورنمنٹ اس کو افسر بناتی ہے تو اس سے امید کرتی ہے۔ کہ یہ لوگوں سے بات منوائیگا ہر معاملہ میں خلیفہ کا دخل دینا اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ لوگوں میں پھر اس بات کی عادت پڑ جائے گی۔ اور وہ ہر بات پر یہ کہدینگے کہ آپ کی ہم نہیں مانتے۔ خلیفہ صاحب کہیں تو مان لیں گے۔ اسطرح تو دنیا کا کوئی کام نہیں چل سکتا۔ میرے نزدیک افسر جو باتیں پیش کرتے ہیں۔ اور جماعت کے لوگ ان کی مدد کے لئے ان کی آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ تو ان کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسے بنی اسرائیل نے موسےٰ سے کہا۔ لن نؤمن حتٰی نری اللّٰہ جھرۃ کہ تمہاری بات ہم نہیں مانتے۔ ہاں اللہ آئے اور کہدے تو مان لیں گے۔ دوسروں کو تو وہ وعظ اور نصیحت کرینگے۔ اور ان کے سامنے قرآن کے بیان کردہ واقعات پیش کرینگے۔ مگر جب ان کو ایک انتظام کے ماتحت کوئی افسر کوئی بات کہتا ہے۔ تو کہدیتے ہیں۔ خلیفہ صاحب کہیں تو پھر ہم مان لیں گے۔ یہ نہایت غلط راہ ہے۔ بے شک اس بات کو جو تم کو شریعت کے منشٰی اور حکم کے خلاف معلوم ہو۔ خلیفہ تک بھی پہنچاؤ۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں۔ کہ تم نظام کی کچھ پرواہ ہی نہ کرو۔ اور کوئی کام بھی بغیر خلیفہ کے دخل دینے کے تم نہ کرو۔ یہ روح بہت خطرناک ہے۔ بہت جلد اس کو نکالنا چاہیئے۔ اور اس بت کو جہاں تک ممکن ہو توڑنا ضروری ہے۔ اگر یہی روح ہر ایک شخص کے اندر پیدا ہو گئی۔ تو کل کو بیویاں خاوندوں سے کہنے لگ جائینگی۔ کہ ہم تمہاری بات نہیں مانتیں خلیفہ صاحب کہیں گے تو مانیں گی۔ اسی طرح لڑکوں کو والدین کہیں گے کہ پڑھنے جاؤ۔ تو وہ یہ کہدینگے۔ کہ خلیفہ صاحب کہینگے تو ہم مدرسے جائیں گے۔ ہر شخص اپنی جگہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ ہمارا حصہ حکومت ایک ثابت شدہ امر ہے۔ مدرس یہ سمجھتے ہیں۔ کہ طالب علموں کا فرض ہے۔ کہ وہ ان کی بات مانیں۔ لیکن ہیڈ ماسٹر کوئی بات کہے یا ناظر کوئی حکم دے۔ تو پھر کہدیتے ہیں۔ کہ خلیفہ صاحب کہیں گے تو ہم مان لیں گے۔ حالانکہ یہ دین کا کام ہے۔ ان کا ذاتی کام نہیں اگر وہ کہتے ہیں۔ کہ فلاں جھگڑے کا تصفیہ کرنا ہے۔ یا فلاں جگہ جھگڑا ہے۔ وہاں جانا ہے۔ یا فلاں بات ہے۔ اس کے متعلق تحقیقات کرنی ہے یا فلاں جگہ تبلیغ کرنی ہے۔ اور ان لوگوں کو سمجھانا ہے تو یہ ان کے ذاتی کام نہیں۔ کیا اگر خلیفہ نہ ہو تو وہ یہ پسند کریں گے۔ کہ تمام نظام مٹ جائے۔ کیا وہ خود کام نہ کرینگے۔ اور تمام امور کی درستی کے لئے کوشش نہ کریں گے۔ اور اس کو خراب ہونے دینگے خلیفہ کے لئے اتنا وقت اور فرصت کہاں۔ کہ وہ ہر بات میں دخل دے سکے۔ اس لئے جب بھی آپ کو پکارا جائے۔ آپ کا فرض ہے۔ کہ آپ افسروں کی آواز پر لبیک کہیں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے دین کی خدمت کے لئے تم کو بلاتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی افسر تم سے لڑیاں اٹھوائے۔ تو تم انکار کر دو۔ مگر اسلام تو یہ بھی حکم دیتا ہے۔ کہ اگر کوئی دنیوی امور میں بھی تمہاری امداد کا محتاج ہے۔ تو تم اس کی مدد کرو۔ بغیر اس کے کہ خلیفہ یا بادشاہ تم کو کہے؂

خصوصیت کے ساتھ دو امور کی طرف توجہ دو

اس وقت خصوصیت کیساتھ دو امور کی طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ ایک اشاعت سلسلہ کی طرف اور دوسرے اخلاق کی درستی کی طرف۔ ان دو باتوں کے بغیر ہم کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ بے شک چندہ دینا اچھا کام ہے۔ مگر چندہ دیدینے سے اخلاق درست نہیں ہو جاتے۔ ہاں جس کے اخلاق درست ہو جائیں۔ وہ چندہ بھی ضرور دے گا۔ جو حضرت ابوبکر جیسے اخلاق پیدا کریگا وہ ضرور ان کی طرح خدا تعالےٰ کی راہ میں اپنا مال بھی دے دیگا۔ لیکن یہ نہیں۔ کہ جو مال دے۔ اس کے اندر حضرت ابوبکر جیسے اخلاق بھی پیدا ہو جائیں۔ یہ تو ممکن ہے۔ کہ کوئی اپنا سارا مال خدا کی راہ میں دیدے۔ مگر وہ ابوبکر نہ بن سکے۔ مگر یہ ممکن نہیں۔ کہ کوئی ابوبکر بنے۔ اور پھر اپنا سارا مال خدا کی راہ میں نہ دے۔ میرے نزدیک موجودہ ترقی کی رفتار بہت کم ہے۔ جب تک ایک لاکھ سالانہ سلسلہ میں لوگ داخل نہوں۔ ہماری ترقی خطرہ میں ہے۔ ہمیں جلد سے جلد اس بات پر قادر ہونا چاہیئے۔ ایک لاکھ سالانہ کی رفتار سے ہم یہ امید کر سکتے ہیں۔ کہ سلسلہ میں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے۔ کہ جو اس کام کو جاری رکھ سکیں گے۔ موجودہ حالت میں تو ہم یہ بھی امید نہیں کر سکتے۔ پس جس طرح احباب سب چندہ دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک دو سال بھی اگر وہ سب اشاعت سلسلہ اور اخلاق کی درستی کی کوشش میں لگ جائیں۔ جس کے ساتھ جماعت کے اندر ایک رو پیدا ہو جائے۔ تو اس طرح ایسی تعداد پیدا ہو سکتی ہے۔ کہ جو کام کو سنبھال سکیں؂

ہر احمدی دل میں عہد کرلے کہ اشاعت سلسلہ میں ہمہ تن لگ جائیگا

اس لئے میں ان لوگوں کو جو خطبہ سنتے ہیں۔ اور یہاں حاضر ہیں۔ اور ان کو بھی جن تک یہ خطبہ پہنچے۔ اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ آج دل میں وعدہ کر لیں۔ کہ اشاعت سلسلہ میں وہ ہمہ تن مشغول ہو جائیں گے۔ اور اس فرض کو محسوس کر کے اپنی زندگیوں کو دین کے لئے وقف کریں گے۔ اس کے بعد میں ان لوگوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں۔ جن کے سپرد کام کا کوئی حصہ کیا گیا ہے کہ آج سے وہ پوری محنت اور کوشش سے کام کریں۔ تمام افسروں اور سیکرٹریوں اور امیروں کا فرض ہے۔ کہ وہ ایک نظام کے ماتحت کام کی سکیم تیار کریں۔ اور پھر لوگوں سے اس کام کو پورا کرائیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو جواب دہ ہیں۔ موجودہ حالت میں تین چار ہزار آدمیوں کی سالانہ ترقی سلسلہ میں ہوتی ہے۔ اگر دس ہزار سالانہ بھی ہو۔ تو یہ بھی کم ہے۔ کیونکہ اگر اس تعداد کو چھانٹا جائے۔ تو بچے عورتیں اور پرانے احمدیوں کی اولاد کو نکال کر پانچ چار ہزار ہی رہ جاتے ہیں۔ اگر ناظر بیت المال چندے پوری طرح فراہم نہ کریں۔ تو دیکھیں۔ دوسرے افسر کس طرح خاموش بیٹھے رہیں۔ سب شور مچانے لگ جائیں۔ لیکن مجھے تعجب ہے۔ کہ اتنی تھوڑی تعداد جب وہ سلسلہ میں داخل ہوتی دیکھتے ہیں۔ تو وہ شور کیوں نہیں کرتے اور افسر گھبراتے کیوں نہیں۔ موجودہ ترقی تو بہت سست ہے۔ اس سے پہلے حضرت مسیح موعود کے وقت جب کہ لوگ جوق در جوق اور فوج در فوج سلسلہ میں داخل ہوتے تھے۔ ان کی کمی بھی موت فوت یا ارتداد وغیرہ کے ذریعے جو ہوتی تھی۔ پوری کرنا مشکل تھی۔ اللہ تعالےٰ ہم کو توفیق دے۔ کہ ہم اپنے فرائض کو سمجھیں۔ اور ہم اپنے اوقات کو خدمت اسلام اور سلسلہ کی اشاعت میں صرف کریں؂

خطبہ کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ میں نماز کے بعد حکیم احمد حسین صاحب کا جنازہ پڑھوں گا۔ حکیم صاحب شاعر تھے۔ اکثر جلسوں میں شعر پڑھا کرتے تھے۔ اور مخلص احمدی تھے۔ ان کے بھائی کا خط آیا ہے۔ کہ وہ علاقہ نماڑ میں فوت ہوئے ہیں۔ اور ان کا جنازہ پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔ اس لئے میں ان کا جنازہ پڑھوں گا؂

قصور میں سلسلہ احمدیہ کا مبلغ

۱۰ر فروری تا ۱۲ر فروری :- تین دن تک تین تقریریں آپ کی شہر قصور میں ہوئیں۔ یہ تقریریں عیسائیت اور زندہ مذہب اسلام اور پادری عبد الحق صاحب کے اعتراضات کے جواب میں ہوئیں۔ مولانا شمس صاحب نے ایک ایک اعتراض کو لے کر نہایت مدلل طور سے توڑا اور قرآن کو سے ثابت کیا۔ کہ جس قدر بھی اعتراضات پادری عبد الحق صاحب نے اسلام پر کئے تھے۔ وہ محض قرآن کریم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے کئے تھے۔ پھر آپ نے نہایت ہی عالمانہ رنگ میں الوہیت مسیح۔ تثلیث اور کفارہ کا رد کرتے ہوئے صداقت اسلام اور سردار دو جہاں اور قرآن شریف کی فضیلت کو حضرت مسیح اور انجیل پر اس خوبی سے بیان فرمایا۔ کہ تمام سامعین میں ایک سکتہ کی حالت چھائی ہوئی تھی۔ اور خوشی